

ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

مولانا محمد طاسین کی تحریر کے جواب میں

استفتاء! بخند مت گرامی استاد محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ الحق اکوڑہ خشک بابت رجب ۱۴۱۲ھ و ستمبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مولانا طاسین صاحب مظلہ کا ایک مضمون آیا ہے جس میں انہوں نے بیع نقد اور نسیہ میں قیمت کے فرق کو ناجائز قرار دیا ہے اور حرام تک سے تعبیر کیا ہے حالانکہ ہمارے اکابرین اسے جائز قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ امدادیہ میں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امداد المفتین میں، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مظلہ نے احسن الفتاویٰ میں اور مفتی کل سند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا فتویٰ کفایت المفتی میں ہے۔

ان سب حضرات نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ صحیح صورت حال سے مطلع فرمادیں کہ ان دو باتوں میں تعارض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کو صحیح سمجھا جائے اور پوچھنے والوں کو کیا بتلایا جائے۔ اگر اجازت ہو تو آپ کا جواب تطبیقی یا ترجیح کا الحق کو بھیج دوں۔ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ الحق بھی مولانا طاسین صاحب کی رائے کی تائید میں ہے کیونکہ اس نے بلا کسی نیکر کے اس کو شائع کیا ہے یہ

حافظ عبدالقیوم تھانی خطیب جامع مسجد لوہاراں۔ کلچری ۲۸ رجب ۱۴۱۲ھ

الجواب! دونوں فتوؤں میں تعارض ظاہر ہے۔ اکابر علماء مذکورین فی السؤال کے فتویٰ کو غلط سمجھنے کی

کوئی خاص وجہ نہیں ہے حضرت مولانا طاسین صاحب کا مضمون الحق میں ادھر اور اسے مباح میں غالباً مغلط ہے اور مجھے کسی صاحب نے آپ کے مضمون کا عکس فوٹو سٹیٹ بھی بھیجا ہے مولانا نے اپنے مضمون میں دو باتیں فرمائی ہیں۔ میں مختصراً ان پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں پہلی بات یہ کہ جواز کا فتویٰ دینے والوں کے پاس دلیل ہدایہ اور بسوط کی یہ عبارت ہے الا تری انہ یزاد الثمن لاجل الاجل۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ

حق نے گزشتہ پرچہ میں زیر بحث مضمون کے آغاز میں ادا رتی کالم میں اس کی توضیح کر دی ہے۔ (ادارہ)

یہ معاملہ جائز بھی ہے انہوں نے مراجعہ کی بحث میں صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کر دیا ہے اس کو جائز کہنے کی بات نہیں کی — دوسری بات یہ کہ جائز کہنے والوں کے پاس قرآن و سنت کی کوئی دلیل تو نہیں کسی مجتہد کا قول بھی نہیں — اس ناکارہ کے اتمام مطالعہ کے مطابق حضرت مولانا کی یہ دونوں باتیں محل نظر ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ علامہ سرخسی نے صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے خود اسے جائز نہیں فرمایا اس کے لیے ناظرین کو بسوٹ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے جلد ۱۳ صفحہ ۸ کو ملاحظہ فرمالینا چاہیے عبارت یہ ہے۔

واذا عقد العقد على انه الى اجل كذا بكذا وبالنقد بكذا او قال الى شهر بكذا والى شهرين بكذا وهو فاسد لانه لم يمامله على ثمن معلوم ولنبي النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطین فی بیع وهذا هو تفسیر الشرطین فی بیع — یعنی جب عقد اس طرح کیا جائے کہ اجل پر قیمت اتنی ہے اور نقد پر اتنی یا ایک مہینہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی اور دو ماہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی تو یہ عقد فاسد ہوگا اور فاسد اس لیے ہوگا کہ معاملہ میں ثمن معلوم نہ ہو سکا تردد میں چھڑ دیا اور اس لیے بھی فاسد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے اور شرطین فی بیع کے یہی معنی ہیں۔ (یعنی ثمن یا بیعہ میں تردد)

آپ نے دیکھا کہ اس صورت کے فساد کی وجہ علامہ سرخسی نے تردد فی الثمن کو کہا ہے جو اصول بیع کے بھی خلاف ہے اور نقص صریح کے بھی۔ علامہ سرخسی نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ صورت چونکہ ربو النسبۃ میں داخل ہے اس لیے فاسد ہے — اس پر بھی اگر اطمینان نہیں تو علامہ سرخسی کی اس کے ساتھ متصل یہ صریح عبارت بھی پڑھ لیجئے فرماتے ہیں — وهذا اذا فترقا على هذا فان كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وانما العقد فهو جائز لانهما ما فترقا الا بعد تمام شرط صحة العقد — یعنی فساد اس صورت کا اس وقت ہے کہ جبکہ بائع اور مشتری اسی ترددانہ حالت میں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ لیکن اگر وہ دونوں راضی ہو گئے اور جدا ہونے سے پہلے پہلے ثمن معلوم کر لیا اور عقد کو اتمام تک پہنچا دیا (یعنی ایک ہی صورت اجل والی یا نقد والی متعین کر لی) تو پھر یہ عقد جائز ہے کیونکہ اب بائع اور مشتری صحت عقد کی شرط کو پورا کر کے آپس میں جدا ہو گئے ہیں — تو ایسی صورت میں نہ تو بیع کے عام اصول کی خلاف ورزی ہوئی کہ ثمن مجہول ہے اور نہ بیع اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی خلاف ورزی ہوئی کیونکہ شرطین فی بیع کے معنی علامہ سرخسی نے یہی بیان فرمائے کہ ثمن وغیرہ میں یہ تردد ہو یا یہ یا وہ۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا وهذا هو الشرطین فی بیع۔ اب آپ خود ہی فرمائیں کہ مولانا کی اس تاویل میں کتنی جان ہے کہ علامہ سرخسی نے لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے کہ حجاز کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسری بات کہ مجوزین کے پاس کسی مجتہد کا قول بھی نہیں ہے (اس سے اتنا تو بہر حال معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے نزدیک غیر مجتہد کے لیے جیسے کہ ہم سب ہیں مجتہد کا قول بھی دلیل شرعی ہے) تو اس کے لیے کتاب الاصل المعروف بالمبسوط کا صفحہ ۹۱ ج ۵ ملاحظہ فرمائیں یہ واضح رہے کہ کتاب کی لوح پر یہ عبارت درج ہے اور جس میں غالباً کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

کتاب الاصل المعروف بالمبسوط

للإمام الحافظ المجتہد الربانی ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ، آپ فرماتے ہیں - واذا باع الرجل بیعاً فقال هو بالنسیہ بكذا وبالنقد بكذا او قال الى اجل كذا بكذا وكذا فافتراقا على هذا فانه لا يجوز بلغنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى عن شرطین فی بیع قال محمد حدثنا بذلك ابو حنیفہ رفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم - یعنی جب اس طرح کوئی بیع کرے کہ قرض پر اتنی قیمت ہے اور نقد پر اتنی یا ایک ماہ کی مدت پر اس کی قیمت یہ ہے اور دو ماہ کی مہلت پر قیمت وہ ہے اور پھر تردد کی حالت میں بائع اور مشتری ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے۔ یعنی من غیرہ کا تردد جیسا کہ شرح سرخسی سے پہلے گزر چکا ہے۔ کتاب الاصل کی یہ عبارت اس لیے نقل کی گئی تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو کہ زیر بحث صورت کو جائز کہنے والوں کے پاس کسی مجتہد کا قول ہے یا نہیں، باقی رہے وہ بہت سے دلائل اور کثیر عبارتیں جو آپ نے اپنے مضمون میں تحریر فرمائی ہیں تو ان کی تفصیل میں گئے بغیر اتنا عرض ہے کہ مولانا کے خیال میں زیر بحث صورت ربالنسیہ میں داخل ہے اور مجوزین کے نزدیک جن میں صاحب ہدایہ اور صاحب مبسوط سرخسی و خود مجتہد ربانی امام محمد شیبانی شامل ہیں یہ صورت ربوا النسیہ میں داخل نہیں ورنہ اس کے عدم جواز کو صورت تردد تک محدود نہ رکھتے تعین صورت یا نقد یا نسیہ پر جواز کا فتویٰ نہ دیتے اور صاف فرمادیتے کہ یہ صورت ربوا النسیہ کی ہے اور اس لیے حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجل ایک وصف ہے اور وصف کا نہ کوئی عوض دیا جاسکتا ہے نہ لیا جاسکتا ہے لیکن وصف مراد ب کی وجہ سے قیمت بڑھ سکتی ہے اور نامرغوب کی وجہ سے قیمت گھٹ جاتی ہے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اصول بتا دیا کہ جیدھا و ردیہا سواء جید اور ردی کا مقابلہ ہو بھی تو برابر برابر لینا ہو گا جو مدت کے عوض زیادتی نہ دے سکتے ہوں نہ ہی لے سکتے ہو بہترین کھجور کے ایک سیر کے بدلے میں معمولی کھجور کے دو سیر دینے سے منع فرمادیا کیونکہ اس میں سیر کے بدلے سیر آجاتا اور دوسرا سیر وصف جو مدت کے عوض میں لیا جاتا ہے کہ ناجائز ہے۔ لیکن خود ہی جیلہ کی یہ صورت بتلا دی کہ ردی کو کم قیمت پر بیچ ڈالو بجائے ایک سیر کے دو سیر فروخت کر دو اور

پھر بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے لے لو۔ تو بہترین کھجور کی قیمت کا اضافہ کیا اس وصف مرغوب کی وجہ سے نہیں۔ اس عقلی اور فطری بات کا انکار آخر کون کر سکتا ہے کہ مرغوب چیز کی قیمت بمقابلہ نامرغوب کے زیادہ ہوگی اس کا باوجود یہ صورت جائز نہیں کہ ایک سیر بہتر کھجور کے بدلہ معمولی کھجور کا ایک سیر تو سیر کے مقابلہ میں ہو اور دوسرا سیر جودت کے مقابلہ میں ہو اور اسی طرح یہ بھی ناجائز ہے کہ بہتر کھجور والے کو معمولی کھجور کا ایک سیر اور مثلاً ایک روپیہ ساتھ دیدیا جاتے کیونکہ اس صورت میں یہ روپیہ یا یہ دوسرا سیر وصف کے عوض ثابت ہوگا۔ اور وصف کا عوض لینا جائز نہیں لیکن بہتر کھجور کو عام کھجوروں کے نرخ سے زیادہ قیمت پر خریدنا بالکل جائز ہے حالانکہ یہاں بھی قیمت زیادتی وصف کی وجہ سے ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ یہی معاملہ ہے اجل کا بھی۔ کہ نفس اجل کا عوض لینا ناجائز ہے لیکن بوجہ اجل کے قیمت کا بڑھ جانا فطری اور عقلی بات ہے اور شریعت نے اس کو منع نہیں فرمایا جیسا حضورؐ نے وصف کے متعلق فرمایا کہ بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے خرید لیا کرو۔ اسی کو فقہاء اسلام نے فرمایا ان الاجل لا یقابله الثمن اور وان الثمن یزاد لاجل الاجل۔ نفس اجل پر عوض لینے کی وہی صورت ہے جو آپ کی عبارات میں بھی ہے اور جس کو ربو النسیتہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ عقد ہوا اس پر کہ ایک ماہ کے بعد اس بیعہ کا ایک روپیہ دیدو اور جب مشتری نے ایک ماہ کے بعد روپیہ نہیں دیا تو کہا کہ چلو دوسری پہلی پر دیدو لیکن چار آنہ بڑھا کہ تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اجل ہی کو بچا گیا۔ لیکن اجل ایک وصف مرغوب ہے کہ مشتری کو فوری رقم نہیں دینی پڑتی آسانی سے کام چلا لیتا ہے ہاں جنس اور قدر ایک ہونے کی صورت میں اس آسانی سے کام چلانے کا اعتبار نہیں کیونکہ اموال ربویہ ہیں اور نص کے خلاف اس لیے اس کی قیمت بڑھ گئی جیسے جید کھجور کی قیمت بوجہ جودت کے بڑھ گئی۔ حالانکہ صرف جودت کا عوض نہ اپنے جنس سے دی جاسکتی تھی نہ غیر جنس جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔

بہر حال فقہاء کرام حتیٰ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیر بحث صورت ربو النسیتہ میں داخل نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اب مولانا کے ہم خیال حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب مرحوم جن کا اسی مسئلہ پر مضمون جنورہ کے حکمہ قرآن میں چھپا ہے اور انہوں نے بہت سی وہی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے جو کہ مولانا کے مضمون میں ہیں کہ۔

سود سے اس بیع مٹو بل کا فرق دو وجہوں سے ہے کہ یہ دین پر اضافہ نہیں بلکہ شروع ہی سے ثمن مہنگا بتلا دیتا ہے نیز مدت بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر آگے دیکھا کہ یہ زیر بحث اگرچہ غیر ربو تو نہیں مگر یہاں بھی ذہنیت وہی سود خوارانہ ہے پھر کہتے ہیں یہ مقصد اور مفاسد کے لحاظ سے ایک حرام حیا ہے یا اگر نرم الفاظ استعمال کئے جاویں تو مکروہ اور شریعت اسلامی کے اصل مزاج کے خلاف ایک حیلہ ہے

اگر حضرت مفتی صاحب مرحوم بقید حیات ہوتے تو ان سے اسلام کے اصل مزاج اور غیر اصل مزاج کا فرق دریافت کیا جاتا، بہر حال مفتی صاحب کے نزدیک بھی ان عبارات سے مسئلہ زیر بحث یقینی طور پر ثابت نہیں کیونکہ ربوہ النسیۃ اور اس صورت میں دو وجہوں سے فرق ہے ربوہ النسیۃ عین سود ہے جبکہ یہ عین سود نہیں اس کو حرام کہنے کی جگہ مکروہ کہنے کی گنجائش ہے۔

باقی رہی یہ جذباتی بات کہ اس سے مجبور لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو گزارش یہ ہے کہ اگر ضرورتاً زندگی کی چیزیں مثلاً خور و نوش کی اشیاء علاج و دوا کی چیزیں ستر پوشی کا عام لباس حتیٰ کہ جانوروں کا چارہ اور گھاس وغیرہ کیا ب ہونے کی وجہ سے ہمنگے داموں بیچی جاتیں تو وہ یقیناً حرام اور عذاب الہی کا باعث ہے۔ مگر اس میں نہ تو مؤجل اور مجمل کا فرق ہے نقد کی صورت میں ایسا کرے تو بھی گناہ کبیرہ اور اجل کی صورت میں ایسا کرے تو بھی عذاب الہی کا مستحق اور نہ بایں معنی کہ وہ بیع ہی نہیں ہوتی۔ بیع ہو گئی طے شدہ دام دینے پڑیں گے ہاں بوقت ضرورت حکومت تسعیر سے کام لے سکتی ہے اور اس کی مخالفت پر تعزیر کا حق بھی رکھتی ہے۔ مگر اس سے زیر بحث مسئلہ کو مطلقاً حرام کہنا سود کہنا اور بار بار قطعی حرام کہنا مناسب نہیں اس سے یا تو تمام فقہاء مجوزین اور ان کے متبعین کی تجہیل لازم آتی ہے یا تفسیق جو کسی طرح بھی اخلاف صالحین کے شایان شان نہیں۔ تجہیل اس لیے کہ یہ روایات اور عبارات عام معروف ہیں اور یقیناً ان کے پیش نظر ہوں گی اور تفسیق اس صورت میں کہ جان بوجھ کر ان سے چشم پوشی کی اور لوگوں کو غلط راستہ پر ڈالا۔ اس طرح بے باکی سے اخلاف اگر اسلاف کو بدنام کرتے رہے تو نفاذ اسلام شریعت کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے سے رہا والا مرید اللہ علاوہ ازیں یہ کاروبار قرض مال خریدنا ہمیشہ مجبوری سے ہی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر صورتیں ایسی ہیں کہ کاروباری لوگ کاروبار بڑھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں تو ایسے میں ظاہر ہے کہ گناہ بھی نہیں اسی طرح وہ اشیاء جو صرف عیاشی کے لیے خریدی جاتی ہیں یا زیادہ سہولت کے لیے ان کو گراں قیمت پر دینے میں بھی کوئی قباحت معلوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الحق کو بھیجے میں کوئی حرج نہیں باقی ان کا خیال تو ان کو ہی معلوم ہوگا شاید تکمیل مضمون کے بعد کوئی تائید یا ترمیم و تردید لکھیں۔ بہتر ہے کہ حکمت قرآن لاہور کو بھی بھیج دیا جاوے کیونکہ انہوں نے اس پر مختلف مقالات، شائع کرنے کی پیشکش کی ہے۔

